AL-‘ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(July-December) 2024, 5:2(73-86)

تعمیر ملت میں عورت کا کردار: فکر اقبال کا جائزہ

غلام شمس الرحمن

پروفیسر / چیئرمین، شعبہ انٹر فیتھ اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

The Role of Women in Nation Building: An Assessment of Iqbal's Thought

Ghulam Shams-ur-Rehman (PhD)
Professor/Chairman, Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Keywords:
Muhammad Iqbal, Women Freedom and emancipation, Muslim understanding of women

Abstract: *Muhammad Iqbal (d. 1938) is one of the most prominent Muslim thinkers of the twentieth century in the Indian subcontinent. His endeavor to identify the fundamental factors that led to the decline of Muslims is considered remarkable. He determines various religious, intellectual and social problems that need to be addressed properly in the light of Islamic teaching and modern sciences. He asserts that a reform program is essential for the progress of Muslims who neither know their own intellectual tradition nor understand the modern society and its challenges. He emphasizes that deep thinking and rigorous action are necessary for the reformation of Muslim society which cannot be achieved without giving the right place to women in the contemporary period. For Iqbal, the motherly role of women in the construction of Muslim society is central. In this paper, it has been attempted to understand Iqbal's standpoint regarding women's education, emancipation, and their role in socio-political affairs. Iqbal asserts that the role of women is multifaceted in the formation of nations. Therefore, an appropriate education is necessary that must be based on Islamic principles and Muslim tradition. Iqbal seems critical of the women's role as outlined in modern western society. This paper was initially written for Iqbal Academy, Lahore in 1999. It helps the general reader to understand Iqbal's point of view as presented in his own writings.*

How to Cite

Shams-ur-Rehman (PhD), G. . (2024). تعمیر ملت میں عورت کا کردار: فکر اقبال کا جائزہ: The Role of Women in Nation Building: An Assessment of Iqbal's Thought. *Al-ʻUlūm Journal of Islamic Studies*, *5*(2), 86–106. Retrieved from https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/article/view/148

[1.] Corresponding author Email: shams.rehman@aiou.edu.pk

تعارف

اقبال جس عہد میں تھے ان کے سامنے متنوع قسم کے فکری مسائل تھے۔ ان میں سے ایک اہم ترین مسئلہ یہ تھا کہ ان عوامل کا تعین کیا جائے جن کی وجہ سے ملت اسلامیہ زوال پذیر ہوئی، ان کا تدارک کیسے ممکن ہے اور اس کے لیے کیا لائحہ عمل تشکیل دیا جائے؟ ایک محکوم، تقدیر کے غلط تصورات میں مبتلا، موروثی دینی پیشوائیت اور استبدادی حکمرانوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی قوم کی تشکیلِ نو کیسے کی جائے؟ یہی وہ بنیادی مسائل ہیں جن کو اقبال نے جا بجا مختلف پیرائے میں حل کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے ملت اسلامیہ کی تشکیلِ جدید کے لیے ندرتِ فکر و عمل پر زور دیا جس کے بغیر قوموں کا ارتقاء محال ہے۔ اقبال کے ہاں زندگی ماں کی کوکھ میں جنم لیتی ہے اور اسی کی آغوش سے فکر و عمل کے سوتے پھوٹتے ہیں اور انقلاب کی امنگیں جوان ہوتی ہیں۔ اقبال عورت کے مادرانہ کردار کی حد درجہ تکریم کرتے ہیں اور یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ قوموں کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی اور اساسی کردار ماں کا ہے۔ ماہرین اقبال نے عورت کے حوالے سے ان کی فکر کا مختلف جہات سے جائزہ لیا ہے۔ اقبال کے نقاد ان کی فکر کو قدامت پسندی اور روایت پرستی کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے مؤیدین ان کی فکر کی ستائش کرتے ہوئے یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ ان کی فکر اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ اگرچہ اقبال خواتین کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور اس امر کا بارہا تذکرہ کرتے ہیں کہ مسلم معاشرے نے خواتین کو وہ مقام نہیں دیا جس کی وہ اسلام کی رو سے بھی مستحق ہیں۔ تاہم اقبال خواتین کے لیے جس کردار کی تائید کرتے ہیں وہ قرون وسطی کی روایت پر مبنی ہے جس میں عورت کو ایک ثانوی حیثیت دی گئی ہے جس کا دائرہ عمل چار دیواری سے آگے نہیں ہے۔ عصر حاضر میں عورت کا مثالی کردار کیا ہے؟ اقبال نے اس سوال کے جواب میں جدید دور میں رونما ہونے والی معاشرتی، معاشی اور صنعتی تبدیلیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس حوالے سے عزیز احمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنھوں نے اقبال کی شاعری کا ناقدانہ مطالعہ کیا اور اس کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور وطن پرستی اور دوسرا اسلامی شاعری جبکہ تیسرا انقلابی شاعری پر مبنی ہے۔ مؤخر الذکر دور میں جن موضوعات کو وہ زیر بحث لائے ہیں ان میں ایک آزادی افکار اور عورت بھی ہے۔ عزیز احمد کے بقول "آزادی کے مسائل ایسے تھے کہ باوجود اختلافات کے اقبال کے تصورات اور عام اشتراکی نظریات میں بہت سی قدریں مشترک تھی لیکن آزادی نسواں کے مسئلے میں اقبال بڑی شدت سے قدامت پرستی اور روایت پرستی پر قائم ہے"[1]۔ وہ اقبال کی افکار پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مرد اور عورت کے باہمی تعلق میں اقبال نے عورت کو بالکل مرد کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ مرد کا جوہر تو خود بخود عیاں ہو جاتا ہے لیکن عورت کے جوہر کی نمود غیر کے ہاتھ میں ہے.... آخری شعر میں جہاں اقبال نے مسئلہ نسواں پر بحث کی ہے، وہاں اپنی شکست یا اپنی ضد کا بھی اعتراف کر لیا:

---

[1] ۔ عزیز احمد، **اقبال نئی تشکیل** (دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۰)، ۲۹۳۔

"میں بھی مظلومیِ نسواں سے ہوں غمناک بہت نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود"[2]

دوسری طرف روایت سے جڑے مسلم دانشور ہیں جو اقبال کے افکار کو مثالی قرار دیتے ہیں۔ ان میں مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا عبد السلام ندوی اور یوسف حسین خان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے عربی میں روائع اقبال لکھی جس کا ترجمہ مولوی شمس تبریز خان نے نقوش اقبال کے نام سے کیا ہے۔ اس کے دوسرے ایڈیشن میں مولانا ابوالحسن ندوی نے ایک مختصر مضمون عورت اقبال کے کلام میں کے عنوان سے شامل کیا جس میں وہ عورت کے حوالے سے اقبال کی شاعری کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اقبال عورتوں کے لیے وہی طرز حیات پسند کرتے تھے جو صدر اسلام میں پایا جاتا تھا[3]۔ اسی طرح مولانا عبد السلام ندوی نے اپنی کتاب اقبال کامل میں صنف لطیف یعنی عورت کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر صاحب نے عورتوں کی خودی کو آزادانہ بے راہ روی سے صرف اس لیے روکا ہے کہ وہ ایک مکمل فطری خودی پیدا کر سکیں۔۔۔ اگرچہ بظاہر ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب مردوں کو خودی کی تعلیم دیتے ہیں لیکن عورتوں کو اس کا موقع نہیں دینا چاہتے وہ کہ اپنی خودی کا تحقق و اثبات کر سکیں لیکن درحقیقت ڈاکٹر صاحب عورتوں کی ترقی کے مخالف نہیں ہیں بلکہ وہ صرف ان طریقوں کے مخالف ہیں جو آزادیٔ نسواں کی تحریک نے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے ہیں"[4]۔

اسی طرح یوسف حسین خان نے روح اقبال کے دوسرے باب میں اقبال کا فلسفہ تمدن بیان کیا ہے جس میں عورت کے حوالے سے اقبال کے افکار کا بھی اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "بعض لوگوں کو یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اقبال مردوں کے لیے اثبات خودی کی تعلیم دیتا ہے اور عورتوں کو اس کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ وہ آزادی حاصل کر کے اپنی شخصیت کا تحقق و اثبات کریں لیکن حقیقت میں اقبال کا نقطہ نظر اس باب میں یہ نہیں کہ وہ عورتوں کی ترقی کے خلاف ہیں۔ ہاں، وہ ان طریقوں کے خلاف ہے جو آزادیٔ نسواں کی تحریک نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے ہیں۔۔۔ عورت کی صلاحیتیں مرد کی صلاحیتوں سے مختلف ہیں۔ ان صلاحیتوں کو ایک بتانا اور ان کے فرق سے انکار کرنا فطرت کو منہ چڑانا ہے۔ عورت کی شخصیت کا اثبات اس میں ہے کہ فرائض امومت کی انجام دہی کے لیے اس کو پورے مواقع باہم پہنچائے جائیں"[5]۔

اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ عورت کے حوالے سے اقبال کے نقطہ نظر کی تفہیم براہ راست ان کی شعری ونثری تحریروں کے مطالعہ سے کی جائے تا کہ معروضی انداز میں حقیقت حال کو سمجھا جا سکے۔

---

[2] نفس المصدر، ۳۰۱۔

[3] ندوی، مولانا ابوالحسن علی، **نقوش اقبال** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، مترجم: مولوی شمس تبریز خان، 1975)، ۲۸۲۔

[4] ندوی، مولانا عبد السلام، **اقبال کامل** (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹)، ۳۶۰-۳۶۲۔

[5] یوسف حسین خان، **روح اقبال** (دہلی: غالب اکیڈمی، 1976، ساتواں ایڈیشن)، ۳۳۹۔

اقبال فرسودہ تصورات وروایات سے سخت بیزار نظر آتے ہیں کیونکہ قوموں کی ترقی افکارِ تازہ کی بدولت ہوتی ہے۔ جہانِ نو کے لیے اقبال افکارِ تازہ کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جن کی آماجگاہ آغوشِ مادر ہے۔ اس لحاظ سے قوموں کی ندرتِ فکر وعمل کی اساس ماں کی دانشمندانہ تربیت ہے۔ قوموں کی تشکیل میں اس کا کردار بنیادی نوعیت کا ہے۔ وہ آغوش مادر کی تربیت کو انسانیت کی بقا کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ اپنے فارسی مجموعہ "رموزِ بیخودی" میں اس موضوع پر ایک طویل نظم باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے "در معنی این کہ بنائے نوع انسانی از امومت است و حفظ و احترام امومت از اسلام است"۔ کسی قوم کا معیار اس کے افراد کا کردار ہوتا ہے۔ اقبال کے ہاں سیرت و کردار اور فکر و عمل کو تشکیل دینے والی ہستی ماں ہے۔ اگر یہ جاننا چاہیں کہ کوئی قوم مستقبل میں کس مقام پر کھڑی ہوگی تو اس کی عورتوں کا طرز عمل دیکھیں کہ وہ کس نہج پر نونہالانِ امت کی تربیت کر رہی ہیں۔ اقبال کہتے ہیں جس طرح پیغمبر اپنی امت پر مہربان ہوتے ہیں اور ان کے کردار کی تعمیر کرتے ہیں، بالکل ایسے ہی ماں کی تربیت سے اولاد میں فکر و عمل کی جدت و تطہیر ہوتی ہے۔

سیرتِ فرزندھا از امہات جوہرِ صدق وصفا از امہات[6]

بچوں کی سیرت کی تعمیر ان کی مائیں کرتی ہیں اور ان میں صدق وصفا کا جوہر پیدا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال عورت کے مادرانہ کردار کی بڑی ستائش کرتے ہیں اور اس کو فکر و عمل کا منبع اور اسرار ورموز کا مخزن قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں قوموں کی تعمیر میں معمارِ اول یہی وہ ہستی ہے جس کے زخمہِ خاموش سے لاالٰہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اسی کے دم قدم سے زندگی ہے اور اسی کے فیضِ نگاہ سے اسرارِ حیات منکشف ہوتے ہیں۔ اسی کی کدوکاوش سے افراد کی سیرتیں اور تقدیریں بنتی ہیں حتی کہ دین وملت اور اخوت کی حفاظت اسی کے مرہونِ منت ہے۔

از امومت گرم رفتارِ حیات از امومت کشف اسرارِ حیات[7]

کہتے ہیں قطرہ نیساں اگر سانپ کے منہ میں گر جائے تو زہر بن جاتا ہے اور اگر زمین پر گرے تو اپنی ہستی بھی فنا کر دیتا ہے۔ گوہر آبدار صرف وہی قطرہ بنتا ہے جسے آغوش صدف میسر آجائے۔ اقبال کے ہاں وہ بچہ جو آغوش مادر کی تربیت سے محروم رہے اس کی شخصیت کی تکمیل نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی سیرت میں استحکام آسکتا ہے۔

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر![8]

ماہر اقبالیات جناب ممتاز حسن کہتے ہیں:

"خودی کی ابتداء فرد میں ہوتی ہے اور انتہا ملت میں۔ خودی کا احساس اس صورت میں پیدا ہوتا ہے اور قائم رہتا ہے جب اس کی روایات محفوظ رکھی جائیں۔ روایات کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ قوم کی مائیں

6- محمد اقبال، **اسرار ورموز** (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۶۹)، ۱۷۴۔

7- نفس المصدر، ۱۷۴۔

8- محمد اقبال، ضرب **کلیم مشمولہ کلیات اقبال اردو** (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۸۹)، ۹۴، ۵۵۶۔

ہیں۔ ماں کا بچے سے اس قدر گہرا تعلق ہوتا ہے کہ ماں جو چاہے اسے بنا سکتی ہے۔ قوم کو زندہ رکھنے کی ذمہ داری دراصل ماں پر ہے اور یہ ذمہ داری دنیا کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے"[9]۔

یہ عورت ہی ہے جس کے باعث کائنات میں رنگینی ہے اور اس کی گراں قدر خدمات کی وجہ سے اس کا مقام و مرتبہ اوجِ ثریا سے بھی بلند تر ہے۔ اقبال نے ضرب کلیم میں "عورت" کے عنوان سے ایک نظم باندھی جس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ اس کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں[10]

اقبال کے ہاں عورت نوع انسانی کی بقا کی ضامن، قطرہ کو گوہر آشنا کرنے والی، اقوام کی سیرتوں کو تشکیل دینے والی، افکار تازہ کی آماجگاہ، اسرارِ حیات کا مخزن، قوموں کی تقدیر گر، ان کے فکر و عمل کی محرک، کائنات کی رنگینی، عشق و محبت اور نغمۂ لاالہ کی پروردہ ہے۔ بلاشبہ اس کی یہ جلیل القدر ذمہ داریاں ہیں کہ وہ قوموں کا مستقبل تعمیر کرے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہستی جس نے اس قدر اہم ذمہ داریاں نبھانی ہیں، اس کی اپنی تعلیم و تربیت کس نہج پر کی جائے؟ کیا معاشرہ میں اس کو ایک بلند مقام اور موزوں ماحول حاصل ہے کہ جس میں وہ اپنے فرائضِ منصبی بطریقِ احسن ادا کر سکے؟ کیا مسلم معاشرہ اس کو آزادی، حریت، قانونی و معاشرتی مساوات دیتا ہے کہ وہ اس قابل ہو کہ اپنی عزت نفس کو برقرار رکھ کر احیاءِ ملت کا عظیم فریضہ سرانجام دے سکے؟ عصر نو کی خواتین سے اقبال کیا توقع رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں فکرِ اقبال کے مختلف گوشوں پر بحث ناگزیر ہے۔

تعمیر ملت اور عورت کی تعلیم و تربیت

مرد ہو یا عورت تعلیم کے زیور سے دونوں کو ہی آراستہ ہونا چاہیے تاہم عورت کی تعلیم کی اہمیت ایک گونہ زیادہ ہے کیونکہ اس کی آغوش میں قوم کا مستقبل پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ان کی صحیح فکری تربیت نہ کی گئی تو آگے چل کر وہ اپنی ذمہ داریوں سے بطریق احسن سبکدوش نہیں ہو سکیں گی۔ اقبال حصولِ علم کے لیے یورپ بھی گئے اور انھوں نے مغربی طرز تعلیم کا نہایت قریب سے مطالعہ کیا۔ بایں ہمہ وہ مغربی طرز تعلیم سے ناخوش تھے۔ وہ مغربی تعلیم کو عورت کے لیے خاص طور پر مضر سمجھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ تعلیم عورتوں کو ان کے بنیادی فرائض سے غافل کرنے والی ہے۔ ضربِ کلیم میں "عورت اور تعلیم" کے عنوان سے کہتے ہیں:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت ہے حضرت انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو اہلِ نظر موت

9۔ ممتاز حسن، **'اقبال ایک پیغمبر کی حیثیت سے' در علامہ اقبال (ممتاز حسن کی نظر میں)** (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، مرتب: ڈاکٹر محمد معزالدین، ۱۹۸۱)، ۱۲۵۔

10۔ محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۹۴: ۵۵۶۔

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت[11]

مغربی تعلیم پر طنز کرنے میں بالکل اکبر کا سا انداز اختیار کرتے ہیں۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدنظر وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ[12]

اقبال اس تعلیم کے پس منظر میں لادینی مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ رہے تھے جس میں عفت کردار اور نزہت نگاہ نام کی کوئی شے نہیں جبکہ یہی وہ اساس ہے جس پر اسلامی تہذیب قائم ہے۔ رموز بے خودی میں عورت پر مغربی تعلیم کے اثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فکر او از تابِ مغرب روشن است ظاہرش زن، باطن او نازن است[13]

اقبال کے ہاں عورت کی تعلیم و تربیت مردوں سے بھی زیادہ ضروری ہے تاہم دائرہ کار کے مختلف ہونے کی وجہ سے تعلیم کی نوعیت میں فرق کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اقبال اپنے مقالے "ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر" میں لکھتے ہیں:

> "مسلمان عورت کی تعلیم کے متعلق چند کلمات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔ کھلے کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف ضرور کروں گا کہ بفحوائے آیہ کریمہ الرجال قوامون علی النساء میں عورت اور مرد کی مساواتِ مطلق کا حامی نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کو جدا جدا خدمتیں تفویض کی ہیں اور ان کے فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازمی ہے۔۔۔ مسلمان عورت کو جماعتِ اسلامی میں بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہیے جو اسلام نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے اور جو حد اس کے لیے مقرر کی گئی ہے اس کے لحاظ سے اس کی تعلیم ہونی چاہیے۔ ۔۔ ہماری جماعت کا شیرازہ اس وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جب تک کہ مذہبِ اسلام اور تہذیبِ اسلام کو ہم پر قابو ہے چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی متخیلات کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہذا قومی ہستی کی مسلسل بقاء کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں۔ جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو اسلامی تاریخ، علم تدبیر خانہ داری، اور علم اصولِ حفظِ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشو و نما پا جائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کر سکیں گی اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائض اولین ہیں"[14]۔

11- محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۵۵۸:۹۶۔

12- محمد اقبال، **بانگ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو**، ۲۸۳۔

13- محمد اقبال، **اسرار و رموز**، ۱۷۵۔

14- محمد اقبال: **ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر** (لاہور: مترجم: مولانا ظفر علی خان، در ہفت روزہ رفتار زمانہ، ج،۲، نمبر،۱۰، ۲۰ ستمبر، ۱۹۴۹)، ۲۷-۲۶۔ نوٹ: علامہ محمد اقبال نے یہ مقالہ انگریزی زبان میں پہلی بار ۱۹۱۰ء میں پڑھا جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان

یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جہاں اقبال مغربی تصورِ تعلیم سے امتیازی رائے رکھتے ہیں۔ وہ عورت کی تعلیم ان میادین میں ضروری سمجھتے ہیں جو اس کی فطری طبعیت کے موافق ہوں اور اس کے فرائض منصبی کی ادائیگی میں ممد و معاون ہوں۔

حقوق نسواں اور اقبال

اقبال کے ہاں مرد و عورت دونوں نے ملکر معاشرہ کی تعمیر کرنا ہے لہٰذا دونوں قابل احترام ہیں۔ یہ دونوں اصناف ایک دوسرے کے باہم مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے رفیقِ کار اور معاون ہیں اور دونوں کی باہمی رفاقت سے زندگی کی نمود ہے۔

مرد و زن وابستہ یک دیگر اند کائناتِ شوق را صورت گر اند[15]

مرد و زن ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ جڑے ہوئے ہیں اور اس محبت بھری کائنات کی صورت گری کرتے ہیں۔

اقبال تاریخی حوالے سے اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ اسلام سے قبل قریباً تمام متمدن اقوام میں بھی عورت اپنی آزادانہ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ قانوناً اس کے اختیارات بہت محدود تھے۔ اسلام نے عورت کو بلند ترین مقام پر فائز کیا اور اس کو قانونی حقوق دیئے۔ اقبال کو اس بات پر شدید افسوس ہے کہ مسلمانوں نے عورت کے اُن حقوق کو بھی نظر انداز کر دیا ہے جو اسلام نے اُسے عطا کیے اور اس کے مقام کا صحیح احترام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں ایک اضطراب پایا جاتا ہے۔ اقبال ان حقوق کی نسبت ترک عورتوں کی بیداری کو نیک شگون سمجھتے تھے۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ میں لکھتے ہیں:

> "ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ ترکی میں عورتوں کی بیداری نے کیا فی الواقعہ ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں جن میں بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ کی از سر نو تعبیر کی جائے۔ لیکن پنجاب میں، جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے اس قسم کی صورتیں پیش آچکی ہیں جن میں بعض غلط قسم کے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بیویوں کو مجبوراً ارتداد کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اب اسلام ایسے تبلیغی مذہب کے مقاصد کے لیے اس سے زیادہ ناقابل برداشت امر اور کیا ہو سکتا ہے"[16]؟

مشہور ترکی شاعر ضیاء گوکالپ نے تین عائلی قوانین طلاق، خلع اور وراثت میں مساوات مرد و زن کا مطالبہ کیا تھا اس کے جواب میں اقبال کہتے ہیں:

> "رہا ترکی شاعر کا مطالبہ سو میں سمجھتا ہوں وہ اسلام کے قانون عائلہ سے کچھ بہت زیادہ واقف نہیں۔ وہ نہیں سمجھتا کہ قرآن پاک نے وراثت کے بارے میں جو قاعدہ نافذ کیا ہے اس کی معاشی قدر و قیمت کیا ہے۔ شریعت اسلامی میں نکاح کی حیثیت ایک عقد اجتماعی کی ہے اور بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بوقت

نے مئی ۱۹۱۱ء میں کیا اور ان کی موجودگی میں پڑھا۔

15- محمد اقبال، **جاوید نامہ مشمولہ کلیات اقبال فارسی** (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۴)، ۶۹، ۵۴۱۔

16- محمد اقبال: **تشکیل جدید الہیات اسلامیہ** (لاہور: مطبع: اظہر سنز پرنٹرز، ناشر: بزم اقبال، مترجم: سید نذیر نیازی، ۱۹۹۴)، ۲۶۰۔

نکاح شوہر کا حق طلاق بعض شرائط کی بنا پر خود اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ یوں امر طلاق میں تو مرد وزن کے درمیان مساوات ہو جاتی ہے۔ رہی وہ اصلاح جو شاعر نے قانونِ وراثت میں تجویز کی ہے سو اس کی بنا غلط فہمی پر ہے۔ اگر قانوناً ان کے حصوں میں مساوات قائم نہیں کی گئی تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ خیالات تعلیماتِ قرآن کے منافی ہے۔ قرآن مجید کا صاف اور صریح ارشاد ہے "ولھن مثل الذی علیھن" (۲:۲۲۸)۔ لہٰذا لڑکی کا حصہ متعین ہوا تو کسی کمتری کی بنا پر نہیں، بلکہ ان فوائد کے پیش نظر جو معاشی اعتبار سے اسے حاصل ہیں۔۔۔۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے لڑکی اس سارے جہیز کی خود ہی مالک ہے، جو اسے والدین سے ملتا ہے اور مہر کی بھی جسے اس کی مرضی کے مطابق مؤجل بھی ٹھہرایا جا سکتا ہے اور غیر مؤجل بھی اور جس کی ادائیگی تک وہ خاوند کی ساری جائیداد مکفول رکھ سکتی ہے۔ اس کے کفاف کی ذمہ داری بھی تا حینِ حیات خاوند پر ہی رہتی ہے۔ اب اگر اس نقطۂ نظر سے قانون وراثت کا جائزہ لیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ اسلام نے لڑکوں اور لڑکیوں کی معاشی حیثیت میں کوئی فرق نہیں کیا، برعکس اس کے کہ ان کے سہام میں جو عدم مساوات نظر آتی ہے وہی اس مساوات کا ذریعہ بن جاتی ہے جس کا شاعر نے مطالبہ کیا ہے"[17]۔

اقبال کے نزدیک اسلام میں عورت کو تمام عائلی، معاشرتی اور قانونی حقوق حاصل ہیں جو مرد کو دیئے گئے ہیں۔ تاہم مرد عورت دونوں کے بنیادی مقاصد اور نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے دائرۂ کار میں فرق ہے۔ عورت کے فرائض میں ہے کہ وہ بچوں کی مناسب تعلیم و تربیت کرے، ان کو حسنِ اخلاق سے آراستہ کرے اور خانگی امور سرانجام دے جبکہ مرد کے ذمہ یہ ہے کہ وہ معاشی تگ و دو کرے اور گھر چلانے کے لیے وسائل فراہم کرے۔ علاوہ ازیں اندرونی اور خارجی سطح پر امن و امان برقرار رکھے، سرحدوں کی حفاظت کرے اور جنگی محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرے۔ اس باہمی تعاون اور رفاقت سے ایک پر اخلاص ماحول اور متوازن معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس تقسیم کار سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کسی ایک صنف کو دوسری صنف پر اس کے کام کی وجہ سے برتری حاصل ہے۔ پھر اس تقسیم کار میں مرد وزن دونوں کی جسمانی اور نفسیاتی ساخت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ فطری طور پر عورت جو کہ صنفِ نازک ہے اور صبر و برداشت کا پیکر ہے۔ اس کے نرم و گداز ہاتھ اور اس کے لطیف جذبات نونہالان ملت کی ذہنی و فکری تربیت کے لیے بڑے موزوں ہیں۔ یہ بڑی بے انصافی ہوگی اگر اس قدر اہم کام کو چھوڑ کر عورت کو شدید جسمانی مشقت والے کاموں میں الجھا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کے دائرہ کار میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس جسمانی نفسیاتی بناوٹ و ساخت اور پھر دونوں کی بنیادی ذمہ داریاں مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے دائرہ کار میں فرق ہے۔

فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ ایک مرتبہ کہنے لگے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر

[17]۔ محمد اقبال، **تشکیل جدید**، ۲۶۱-۲۶۳۔

وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصل فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے جنہیں مرد سرانجام دے سکتے ہیں تو یہ طریقہ کار یقیناً غلط ہو گا۔ مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔ ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا، نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے"[18]۔

اقبال اس پر بڑے غمناک تھے کہ مغرب میں تحریک آزادئ نسواں کی وجہ سے عورت کو بظاہر سماجی و معاشی حیثیت حاصل ہوئی ہے لیکن اس کو حقیقی مقام حاصل نہیں ہو سکا تاہم انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ مسلمان جو عرصہ دراز سے محکومی و غلامی میں رہے ہیں، کہیں مرعوبیت کا شکار ہو کر تہذیب مغرب کی پیروی نہ کرنے لگ جائیں۔ وہ حقوق نسواں کے خوش نما نعروں کے پس منظر میں لادین مغربی تہذیب کی آواز سن رہے تھے۔ وہ تہذیب جو عورت سے اس کی نسوانیت، ماں سے آغوشِ مادر، بہن سے اخلاص و مروت اور بیوی سے عفت و وفا چھین لے، اقبال اس کے خلاف سراپا احتجاج دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اس کو آزادی نہیں بلکہ عائلی اور معاشرتی نظام کی تباہی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں۔ اس آزادی کے حوالے سے انھوں نے "جاوید نامہ" میں ایک طویل نظم لکھی جس میں انھوں نے فلکِ مریخ پر ایک سرگرم فرنگی عورت کو آزادی نسواں کا پرچار کرتے ہوئے دکھایا ہے جو عورتوں کو برانگیختہ کرتی ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ تعاون اور رفاقت ختم کر دے اور شادی و نکاح کے بندھن سے خود کو آزاد کر کے اپنے فطری مقاصد اور لازمی وظائف سے دستبردار ہو جائے۔ حکیم مریخ جو زندہ رود (اقبال) کے ہمراہ ہوتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ یہ عورت مریخ کی نہیں ہے بلکہ یورپ سے آئی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ یہ عورتوں کو مردوں کے استبداد سے آزاد کرنے کی بات کرتی ہے۔ یہ انہیں تلقین کرتی ہے کہ کب تک تم دلبری کرتی رہو گی۔ دلبری تو درحقیقت محکومی ہے۔ مرد ظالم تو الٹا تمہیں شکار کرتا ہے۔ وہ تمہارے گرد چکر لگاتا ہے تاکہ تمہیں اپنا شکار بنالے۔ بچے پیدا کرنے کی وجہ سے تمہارا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ شوہروں کے بغیر کیا ہی شاندار زندگی ہے:

ای زنان، ای مادران، ای خوہران زیستن تا کی مثال دلبران
دلبری اندر جہان محکومی است دلبری محکومی و محرومی است
مرد صیادی بہ نخچیری کند گرد تو گردد کہ زنجیری کند
ازاموموت زرد روئی مادران اے خنک آزادئ بے شوہران[19]

ایسی آزادی جو عورت کو اس کے فطری مقاصد سے غافل کر دے، اقبال ایسی آزادی کو مرگِ امومت قرار دیتے ہیں۔ وہ آزادی جس سے حسب و نسب محفوظ نہ رہے، وہ آزادی نہیں بلکہ موت ہے صرف عورت کی موت نہیں، پوری

18۔ فقیر سید وحید الدین، **روزگار فقیر** (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مطبعہ زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۸۷ء)، ۱:۱۱۷۔

19۔ محمد اقبال، **جاوید نامہ مشمولہ کلیات اقبال فارسی**، ۱۱۱-۵۸۳، ۱۱۲-۵۸۴۔

ملت کی موت۔

ملت از تکریمِ ارحام است و بس ورنہ کارِ زندگی خام است و بس[20]

آزادی فکر بہت بڑی نعمت ہے لیکن اگر اس کی بنیاد گہرے تدبر اور اور پختہ تفکر پر نہ ہو تو یہ آزادی انسان کو انسانیت کے مقام سے گرا دیتی ہے۔

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ[21]

بیگم مسعودہ جواد کہتی ہیں:

"جہاں تک آزادیٔ نسواں کا تعلق ہے اقبال اس بارے میں بھی محتاط نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس آزادی کے پس منظر میں مغربی تہذیب کا بڑھتا ہوا سیلاب دیکھ رہے ہیں انھیں ڈر ہے کہ کہیں یہ سیل رواں خس و خاشاک کے ساتھ ساتھ صدف کو بھی بہا کر نہ لے جائے۔ انھیں فرنگی تہذیب کی لامذہبیت سے نفرت ہے وہ ان تاثرات کو زہر ہلاہل سے کم نہیں سمجھتے"[22]۔

اقبال کو سخت افسوس ہے کہ حکماء مغرب نے عورت کی نفسیات کو ہی نہیں سمجھا، ورنہ وہ آزادی کا ایسا تصور کبھی بھی پیش نہ کرتے جس کی وجہ سے معاشرہ اور تمدن تباہ ہو جائے۔ وہ ضرب کلیم میں مرد فرنگ اور ایک سوال کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں کچھ اس خرابی میں گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا فرنگی معاشرت میں ظہور کہ مرد سادہ ہے، زن شناس نہیں

اور

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال مرد بیکار و زن تہی آغوش[23]

اقبال تہذیب مغرب کے نقائص بیان کرتے ہیں اور بعد ازاں دخترانِ ملت سے سوال کرتے ہیں کہ اب تم ہی یہ فیصلہ کرو کہ وہ آزادی جس کے یہ ثمرات ہیں کیا تم بھی اس کی خواہاں ہو۔

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش مجبور ہیں، معذور ہیں، مردانِ خرد مند

---

[20]۔ محمد اقبال، **اسرار و رموز**، ۱۷۴۔

[21]۔ محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۶۷/۵۳۸۔

[22]۔ بیگم مسودہ جواد، **اقبال کی نظر میں عورت کا مقام**، در مقالات یوم اقبال ۱۹۶۶ء (کراچی: مجلس انتظامیہ یوم اقبال، مرتب: یعقوب توفیق، ۱۹۶۶)، ۹۰۔

[23]۔ محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۹۲-۹۳، ۵۵۴-۵۵۵۔

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ آزادئ نسواں کہ زمرد کا گلوبند[24]

بالجملہ اقبال مغرب کے آزادئ نسواں کے تصور سے سخت بیزار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حاملین قرآن نے عورت کو معاشرے میں جو مقام دیا ہے انھیں اس پر بھی اعتراض ہے۔ تاہم اقبال واشگاف انداز میں کہتے ہیں کہ عورت کی آزادی کا ضامن دینِ اسلام ہی ہے جس کے زریں اصول تمام بنی نوع انسان کے لیے آزادی کا پیامبر ہیں۔ اقبال اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ میں" ابلیس کو اعتراف کرتے ہوئے دکھاتے ہیں کہ اسلام کے زریں قوانین ہی عورت کی عصمت و ناموس کے محافظ ہیں اور اس کی آزادی کی نگہبانی مرد کو تفویض کی ہے۔

الحذر آئین پیغمبرؐ سے سو بار الحذر حافظِ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں[25]

اقبال ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

ایک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی نسوانیتِ زن کا محافظ ہے فقط مرد[26]

فقیر وحید الزمان بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اقبال نے کہا:

"جس قوم نے عورت کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ اپنی غلطی پر کبھی نہ کبھی ضرور پشیمان ہوئی ہے"[27]۔

اقبال مسلمان عورت سے کہتے ہیں تیری چادر پوری ملتِ اسلامیہ کا پردۂ ناموس ہے۔ تیری آب و تاب سے محبت کا چراغ روشن ہے۔ وہ عورت کو اس کا مقام و مرتبہ بتا کر اس کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں کہ عصر حاضر جو رہزن دین ہے۔ اس سے اپنا دامن بچا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طرزِ عمل کی پیروی کرے۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول مادراں را اسوۂ کامل بتول[28]

اقبال کبھی "مادراں را اسوۂ کامل بتول" اور کبھی "چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند" کہہ کر مسلم خواتین کو خاتونِ جنت کی تقلید پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ کبھی بڑے درمندانہ انداز میں انھیں یہ نصیحت کرتے ہیں۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیری بگیری[29]

اقبال عورت کا شمعِ محفل نہیں، چراغِ خانہ بنانا پسند کرتے ہیں۔ اقبال سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنھا کے علاوہ فاطمہ

24- محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۹۵، ۵۵۷۔

25- محمد اقبال، **ارمغان حجاز مشمولہ کلیات اقبال اردو** (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۴) ۱۳: ۶۵۵۔

26- محمد اقبال، **ضرب کلیم**، ۹۵-۹۶، ۵۵۷-۵۵۸۔

27- فقیر سید وحید الدین، **روز گار فقیر**، ۱: ۱۱۷۔

28- محمد اقبال، **اسرار و رموز**، ۱۷۸۔

29- محمد اقبال، **ارمغانِ حجاز مشمولہ کلیات اقبال فارسی**، ۷۸، ۸۳۰۔

بنتِ عبد اللہ کے مجاہدانہ کردار کی بڑی تعریف کرتے ہیں جو 1912ء کی جنگ طرابلس میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئے شہید ہوئی۔

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے ۔۔۔ ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تیری قسمت میں تھی ۔۔۔ غازیانِ دیں کی سقائی تیری قسمت میں تھی
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی ۔۔۔ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی[30]

اقبال "جاوید نامہ" میں مغلوں کے دور انحطاط کی ایک خاتون شرف النساء سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ نواب خان بہادر کی بیٹی تھی۔ جو شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ میں پنجاب کا گورنر تھا۔ شرف النساء نے محلات میں ایک چبوترہ بنوا رکھا تھا۔ سیڑھی لگی رہتی تھی۔ ان کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد روزانہ اس چبوترہ پر بیٹھ کر کلامِ مجید کی تلاوت کرتیں۔ ایک مرصع تلوار اس کے پاس رکھی رہتی تھی۔ تلاوت ختم کرتیں تو قرآنِ پاک بند کر کے ان کے پاس تلوار رکھ کر نیچے آجاتیں۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ قرآن اور تلوار ایک دوسرے کے محافظ ہیں اور مسلمانوں کی عظمت و ترقی کے موجب ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں ان کا یہی معمول رہا اور جب موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی ماں سے کہا یہ دونوں (قرآن اور تلوار) ایک دوسرے کے محافظ ہیں اور انہیں پر زندگی کا انحصار ہے۔ اس جہاں میں ہر ایک کو موت آنی ہے۔ اس دنیا میں میرے یہ دو ہی محرم تھے۔ اس لیے بعد از مرگ بھی ان کو مجھ سے جدا نہ کرنا۔ یہ قبر میں بھی میرا سامان ہیں اور حشر میں بھی توشۂ آخرت ہوں گے اور اہلِ ایمان کے لیے قرآن اور تلوار کافی ہیں۔ اقبال، شرف النساء کے اس کردار سے نہایت متاثر نظر آتے ہیں اور مسلم خواتین کو اس کے کردار کو خضرِ راہ بنانے کی تاکید کرتے ہیں۔

مومنان را تیغ با قرآن بس است ۔۔۔ تربت ما را ہمین سامان بس است[31]۔

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ کہ اقبال کے ہاں عورت کا مقام و مرتبہ انتہائی قابلِ قدر ہے وہ نوع انسان کی بقاء کی ضامن ہے۔ قوموں کی تشکیل ماں کی تربیت پر موقوف ہے۔ ملتوں کی سربلندی کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہی وہ ذات ہے جس کے ہاتھوں میں قوم کی تقدیر ہے۔ یہی وہ سانچہ ہے جس میں قوموں کی سیرتیں ڈھلتی ہیں۔ یہی وہ صدف ہے جو قطرہ نیساں کو گوہر آبدار بناتی ہے۔ یہی وہ خشتِ اول ہے جس پر ملت کی عمارت قائم ہوتی ہے بلکہ یہی وہ معمار ہے جو ملت کے طور اطوار اور اخلاق کی تعمیر کرتا ہے۔ یہی وہ عارف ہے جو اسرارِ حیات منکشف کرتا ہے۔ یہی وہ رنگ ہے جس سے چمن کائنات میں بہار اں ہے۔ یہی وہ آہنگ ہے جس سے عشق و محبت کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ یہی زندگی میں حرکت اور ندرتِ فکر و عمل کی اساس ہے۔ لہٰذا وہ ہستی جس کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند ہے اور جس کی ذمہ داریاں اس قدر وقیع ہیں، اس کی اپنی تعلیم

30- محمد اقبال، **بانگ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو**، ۲۱۴۔

31- محمد اقبال، **جاوید نامہ**، ۱۵۸، ۶۳۰۔

وتربیت عمدہ نہج پر کی جانی چاہیے۔ لیکن وہ تعلیم ایسی ہو جو اس کے فرائض منصبی اور فطرت سے ہم آہنگ ہو۔ تعلیم وتربیت کے ساتھ اس کو قانونی، معاشرتی اور عائلی لحاظ سے بھی وہ تمام حقوق ملنے چاہییں جن کا اسلام نے تعین کیا ہے۔ اقبال مسلمانوں کے طرز عمل پر بھی کڑی تنقید کرتے ہیں جنھوں نے عورت کو وہ سماجی و قانونی حقوق نہیں دیئے جن کی تائید اسلامی تعلیمات میں بھی کی گئی ہے۔ اقبال عورت کی آزادی پر زور دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ نسوانی آزادی کے مغربی تصور پر شدید نکتہ چینی کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ مسلمان خواتین کو حضرت فاطمۃ الزھراءؓ کی سیرت پر گامزن ہونے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ اسوۂ شبیری سے متصف رجالِ کار ملت کو میسر ہو سکیں۔ اقبال عورت کی تعلیم سے لیکر اس کے سماجی کردار تک کے تمام مراحل میں یہ امر ناگزیر سمجھتے ہیں کہ عورت کی فطرتی صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تربیت کی جائے۔ اس میں دورائے نہیں کہ اقبال کی فکر بہت حد تک روایت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے تاہم وہ قدامت پرستی کی تائید نہیں کرتے۔ اس کے بجائے وہ خواتین کے کردار اور ان کے معاصر حقوق کے تعین کے لیے اجتھاد کو بروئے کار لانے کے حامی نظر آتے ہیں جس میں ماضی کے ساتھ رابطہ منقطع کیے بغیر مستقبل کے لیے لائحہ عمل وضع کیا جائے۔

Bibliography

1. *ʿAzīz Aḥmad. Iqbāl Naī Taškīl. Dahilī: Iʿtiqād Publishing House, 1980 AD.*

2. *Begum Masūdah Jawād. Iqbāl Kī Naẓar Meṅ ʿUrsat Kā Maqām, Dar Maqālāt Yawm Iqbāl 1966ʾ, Murattab: Yaʿqūb Tawfīq, Karāchī: Majlis Intizāmiyyah Yawm Iqbāl, 1966 AD.*
3. *Faqīr Sayyid Waḥīd Al-Dīn. Rozgār Faqīr. Lāhore: Maktabah Taʿmīr Insānīyat, Maṭbaʿat Zāhid Bashīr Printers, 1987 AD.*
4. *Maulānā ʿAbd Al-Salām Nadawī. Iqbāl Kāmil. Islāmābād: National Book Foundation, 1989 AD.*
5. *Momtāz Ḥasan. 'Iqbāl Ek Payghambar Kī Ḥaṣīyat Se' Dar ʿAlāmah Iqbāl (Momtāz Ḥasan Kī Naẓar Meṅ). Lāhore: Iqbāl Academy Pākistān, Murattab: Dākṭar Muḥammad Maʿz Al-Dīn, 1981 AD.*
6. *Muḥammad Iqbāl. Armaghān-I Ḥijāz Mashmūlah Kalyāt Iqbāl Fārsī. Lāhore: Iqbāl Academy Pākistān, 1994 AD.*
7. *Muḥammad Iqbāl. Asrār Wa Rumūz. Lāhore: Shaykh Ghulām ʿAlī And Sons, Publishers, 1969 AD.*
8. *Muḥammad Iqbāl. Ḍarb Kalīm Mashmūlah Kalyāt Iqbāl Urdū. Lāhore: Shaykh Ghulām ʿAlī And Sons, Publishers, 1989 AD.*
9. *Muḥammad Iqbāl. Jāwīd Nāmā Mashmūlah Kalyāt Iqbāl Fārsī. Lāhore: Iqbāl Academy Pākistān, 1994 AD.*
10. *Muḥammad Iqbāl. Taškīl Jadīd Al-Uliyāt Islāmīyah. Lāhor: Maṭbaʿ: Aẓharsons Printers, Nāshir: Bazm Iqbāl, Mutarjim: Sayyid Naẓīr Niyāzī, 1994 AD.*
11. *Muḥammad Iqbāl. Millat Bayḍā' Par Ek ʿUmrānī Naẓar. Lāhore: Mutarjim: Maulānā Ẓafar ʿAlī Khān, Dar Haft Rozah Raftar Zamānah, J, 2, Number, 10, 20 September, 1949 AD.*
12. *Maulānā Abū Al-Ḥasan ʿAlī Nadawī. Nuqūsh Iqbāl. Karāchī: Majlis Nashrīyāt Islām Karācī, Mutarjim: Maulawī Shams Tabrīz Khān. 1975 AD.*
13. *Yūsuf Ḥusayn Khān. Rūḥ Iqbāl. Dahilī: Ghālib Academy, 7th Edition, 1976 AD.*